عورت
سیریز

اسلام میں طلاق کا حق صرف مردوں کو ہی کیوں حاصل ہے، عورتوں کو کیوں نہیں؟

قسط نمبر - ۱

تالیف: محمدّ اسماعیل ازہری
(پرنسپل، امام ماتریدی انسٹی ٹیوٹ)



ایک سوال جو بہت سے ذہنوں میں آج چل رہا ہے اور مختلف پلیٹ فارمز سے اس کو ہوا بھی دی جارہی ہے، جیسے حالیہ دنوں میں ایک سیریل کافی مشہور ہورہا ہے: "سحر ہونے کو ہے"، جسے ملکِ عزیز کے ٹیلیویزن چینل اور یوٹیوب جیسے بہت سے پلیٹ فارمز پر نشر بھی کیا جارہا ہے، جس میں اس پروپگنڈے کو ہوادی جارہی ہے کہ اسلام نے عورتوں پر بڑا ظلم کیا ہے، اور انہیں تمام مظالم میں سے ایک ظلم یہ بھی ہے کہ اسلام نے مردوں کو خواتین پر جابرانہ تسلط دے رکھا ہے، وہ جب چاہیں انہیں طلاق کے تین لفظ بول کر گھر سے باہر کردیں، لیکن دوسری طرف مرد اگر ان پر ظلم کرے، مارے پیٹے اور وہ اس سے الگ ہونا چاہیں تو وہ نہیں ہوسکتیں، کیوں کہ طلاق کا اختیار تو صرف مرد کو ہے عورت کو ہے ہی نہیں؟ ہونا یہ چاہیے کہ جس طرح یہ حق مرد کے پاس ہے عورت کے پاس بھی ہو، تاکہ وہ خود کو مرد کے مظالم سے بچاسکے جس طرح سے جدید قوانین میں ہوتا ہے!

یہ سوال درحقیقت اس بات کو بیاں کرتا ہے کہ اعتراض کرنے والے نے اسلامی شریعہ کو مکمل نہیں پڑھا ہے، بلکہ تصویر کا ایک رخ دیکھا اور فوراً آپے سے باہر آگیا کہ صاحب یہ کیا، یہ تو عورتوں پر نرا ظلم ہے! لیکن کاش وہ شریعت کی مکمل تصویر بنظر انصاف دیکھ لیتا تو شاید اپنا نظریہ بدل لیتا، تو چلیے دیکھتے ہیں اس مکمل تصویر کو کہ وہ کیا داستاں ہمارے سامنے بیاں کرتی ہے؟

اصل بات شروع کرنے سے پہلے ان دو چیزوں کو جان لیجیے،

کیوں کہ ان دونوں کا ہمارے موضوع سے بہت گہرا تعلق ہے:

پہلی چیز: اسلام مذہب عدل ہے، مذہب مساوات نہیں، کیوں کہ مساوات میں کبھی کبھی ظلم بھی ہو جاتا ہے، پر عدل ہمیشہ حقائق اور ضرورتوں کی بنیاد پر ہوتا ہے!

دوسری چیز: اسلام میں شادی ایک سماجی کانٹریکٹ ہے جو دو لوگوں کے درمیان مکمل ان کی رضا سے طے پاتا ہے، اور دونوں کی رضا سے ختم بھی ہو جاتا ہے!

اب رہی یہ بات کہ طلاق کا حق صرف مردوں کو کیوں ہے، عورتوں کو کیوں نہیں؟ تو یہ مطلقاً اور ہر حال میں کہنا درست نہیں ہے، بلکہ اگر شوہر بیوی۔۔۔ (صفحہ ۲)

محمد اسماعیل ازہری (پرنسپل امام ماتریدی انسٹیٹیوٹ)



پر زیادتی کرے تو اسلام میں بیوی کے پاس اس سے چھٹکارہ لینے کے لیے طلاق کے سوا اور بھی کئی راستے ہیں، ان میں سے "طلاق تفویض"، خُلع "اور" فسخ "کا راستہ سب سے زیادہ مشہور ہے!

طلاق تفویض: یہ ہے کہ عورت نکاح کے وقت یہ شرط رکھے کہ مجھے خود کو طلاق دینے کا حق حاصل رہے گا اور مرد اس شرط کو قبول کر لے، یا شوہر نکاح کے بعد خود بیوی سے کہہ دے کہ تم اپنے آپ کو طلاق دے لو!

خلع: یہ ہے کہ جب بیوی کو شوہر کی طرف سے ظاہراً کوئی ضرر پہنچے، یا ظاہر میں شوہر کی طرف سے کوئی ضرر نہ ہو، لیکن وہ اسے ناپسند کرتی ہو اور اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنا اس کے لیے دشوار ہو رہا ہو، تو وہ اس مال (عام طور پر مہر) کے عوض جو شوہر نے اسے دیا تھا اس سے طلاق لے سکتی ہے!

فسخ: اور فسخ یہ ہے کہ جب شوہر یا بیوی دونوں میں سے کسی ایک میں کوئی ایسا عیب ہو جس کی وجہ سے انہیں ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے میں دشواری ہو رہی ہو، یا دونوں میں سے کسی ایک کی طرف سے دوسرے کو ضرر پہنچ رہا ہو، یا پھر نکاح کی کوئی شرط مفقود ہو رہی ہو، مثلاً رضاعی بھائی یا رضاعی بہن سے شادی ہو گئی پر نکاح وقت معلوم نہیں تھا بعد میں معلوم ہوا! یا پھر دونوں میں سے کوئی ایک غائب ہو گیا اور واپس آنے کی کوئی امید بھی نہیں ہے، اور ان تمام صورتوں میں بیوی یا شوہر دونوں میں سے کوئی ایک اپنا مقدمہ قاضی (Judge) کے پاس لے کر جائے تو اب ایسی صورت میں قاضی بلا کسی مالی عوض کے دونوں کے درمیان اس رشتے کو فسخ کر دے گا یعنی اسے توڑ دے گا!

اب اگر اس اسلامی قانون کا دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں رائج قوانین سے موازنہ کریں گے، جیسے ہندوستان، امریکہ اور یو کے وغیرہ۔۔امریکہ میں مختلف اسٹیٹ میں بعض جزئی فرق دیکھنے کو ملتے ہیں، لیکن امریکہ کے سبھی اسٹیٹ اور مذکورہ سبھی ممالک اس بات میں مشترک ہیں کہ مرد اور عورت دونوں کو طلاق کے لیے عدالت میں درخواست (petition) فائل کرنے کا حق ہوگا (General Divorce | WomensLaw.org) امریکہ اور برطانیہ میں اب تو (No-Fault Divorce) کا قانون آچکا ہے، جس کے مطابق کوئی بھی فریق صرف اتنا کہہ کر طلاق حاصل کر سکتا ہے کہ شادی "irretrievably broken down" یعنی ناقابل بحالی طور پر۔۔۔ (صفحہ ۳)

محمدؐ اسماعیل ازہری (پرنسپل امام ماتریدی انسٹیٹیوٹ)



ختم ہو چکی ہے۔اس کے لیے کسی وجہ جیسے خیانت، ظلم یا ترکِ تعلق کا ثبوت دینا ضروری نہیں رہا۔ (Divorce in England and Wales - Wikipedia) آخر الذکر اس جزئی قانون کے اگر کچھ مثبت فوائد ہیں، تو وہیں پر اس کا سب سے بڑا منفی اثر یہ ہے کہ اس کی وجہ سے طلاق کی شرح میں اضافہ ہوگا اور پریوار اور زیادہ ٹوٹیں گے! جب کہ اسلام میں طلاق و خلع کا مسئلہ اس نکتے پر بھی اس سے ممتاز نظر آتا ہے، کہ اگر کوئی شوہر طلاق دے رہا ہے، یا پھر کوئی بیوی خلع کے لیے مقدمہ درج کروا رہی ہے تو اس کے پیچھے ٹھوس وجوہات ہونی چاہیے، کسی ٹھوس وجہ کے بغیر شوہر کا بیوی کو طلاق دینا یا بیوی کا خلع کے لیے مقدمہ درج کروانا مکروہ ہے اور بعض علمانے اس کی حرمت کا بھی قول کیا ہے:

جیسا کہ حدیث پاک ہے-لا تُطلِّقوا النِّساءَ إلَّا مِن رِيبةٍ فإنَّ اللهَ لا يُحِبُّ الذَّوَّاقِينَ ولا الذَّوَّاقاتِ""عورتوں کو اس وقت تک طلاق مت دو جب تک تمہیں (یہ اندازہ نہ ہو جائے کہ اب نبھ نہ سکے گی) کیوں کہ اللہ تعالی بہت جلدی نکاح کرنے والا یا والی اور بہت جلد (دوسرے کو دیکھ کر پہلے والے یا پہلی والی) کو طلاق دینے یا اس سے طلاق لینے والی سے محبت نہیں کرتا" [طبرانی فی المعجم الاوسط: ۸/۲۴]

اگرچہ اس حدیث کی اسنادی حیثیت میں کلام ہے، مگر اس کا مفہوم دیگر صحیح نصوص اور اسلامی مزاج سے ہم آہنگ ہے۔اسی طرح ارشاد نبوی ﷺ ہے:" چاہے کوئی بھی عورت ہو، اگر وہ اپنے شوہر سے طلاق لینا چاہتی ہے جب کہ اسے اس کے شوہر کی طرف سے کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔"
[احمد: ۲۲۴۴۰، أبوداود: ۲۲۲۶، ترمذی: ۱۱۸۷، ابن ماجہ: ۲۰۵۵]

اگر آپ مذکورہ حدیث کے الفاظ "بہت جلدی نکاح کرنے والا یا والی، اور بہت جلدی طلاق لینے والا یا والی کو اللہ پسند نہیں کرتا" میں غور کریں گے تو اس کا مفہوم مخالف یہ نکلتا ہے کہ جو طلاق دینے اور لینے میں جلدی نہ کرے تو اللہ تعالی اس سے محبت کرتا ہے۔۔ لہذا اسلام کے اس قانون سے طلاق کی شرح کم ہوگی اور بہت سے گھر ٹوٹنے سے بچ جائیں گے! بات کہیں اور چلی گئی ہم پھر آتے ہیں اپنے موضوع کی طرف:

ہندوستان میں طلاق کے قوانین مذہب کے اعتبار سے مختلف قانونوں کے تحت چلتے ہیں، عام طور پر خصوصی شادی ایکٹ یا مذہبی قوانین کے مطابق۔۔۔

(صفحہ ۴)

محمد اسماعیل ازہری (پرنسپل امام ماتریدی انسٹیٹیوٹ)



ہوتے ہیں، لیکن ان میں اس بات میں کوئی فرق نہیں ہے کہ شوہر اور بیوی دونوں کو کورٹ میں پٹیشن فائل کرنے کا برابر حق دیا گیا ہے، اس میں کسی مذہب یا پھر کسی جنس کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: (Hindu Marriage Act, 1955)، اور

(issolution of Muslim Marriages Act, 1939)

ان سبھی قوانین کو دیکھیے تو ان میں جہاں ایک طرف عورت کے لیے آزادی دیکھنے کو ملتی ہے، لیکن وہیں دوسری طرف اپنے اس حق کو پانے کا جو طریقہ بنا ہوا ہے وہ بڑا دشوار ہے، کیوں کہ پہلے تو کسی وکیل کو ہائر کرنا، اس کی لمبی لمبی فیس دینا، عدالت کے چکر لگانا، اور کبھی کبھی اس عمل کو سالوں کا عرصہ بھی لگ جاتا ہے پھر بھی اسے اپنا حق نہیں مل پاتا، یہ سب دشواریاں ہیں جو آج ایک عورت اپنا حق پانے کے لیے برداشت کرتی ہے، کاش اپنے حق کو پانے کی یہ کاروائی ان قوانین میں ذرا آسان ہو جاتی تو کچھ اور بات ہوتی!

لہذا "خلع" کے نظام پر اب کوئی یہ اعتراض نہ کرے کہ ایک طرف مرد کو تو اپنا حق پانے کے لیے کچھ خرچ نہیں کرنا پڑتا، بلکہ وہ تین لفظ بولے اور قصہ ختم، اور دوسری طرف عورت کو مرد سے آزادی حاصل کرنے کے لیے خلع کے نام پر ایک خطیر رقم ادا کرنی پڑ رہی ہے، تب جا کر اسے اپنی آزادی ملتی ہے!

کیوں کہ پہلے تو آپ کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ مرد کو کچھ خرچ کرنا نہیں پڑتا، اس لیے کہ طلاق کی صورت میں اسے بھی نان ونفقہ (Maintenance) دینا پڑتا ہے، اور "خلع" میں رقم کے طور پر عورت شوہر کو جو کچھ دیتی ہے وہ عام طور پر اس کا اپنا ذاتی کمایا ہوا مال نہیں ہوتا، بلکہ عام طور پر یہ وہی مال ہوتا ہے جو مرد نکاح کے وقت اسے مہر کے طور پر دیتا ہے۔ اور اگر آپ اس رقم کا موازنہ اس رقم سے کریں جو آج ایک عورت طلاق لینے کے لیے وکیلوں اور عدالتوں کی فیس دینے پر خرچ کرتی ہے تو اس کی قیمت نسبتاً اس سے بہت کم نظر آئے گی!

اسلامی شریعت نے عورت کو اصولی اور قانونی سطح پر طلاق، خلع اور فسخِ نکاح جیسے واضح اختیارات دیے ہیں، جو جدید خاندانی قوانین کے ہم پلہ بلکہ بعض پہلوؤں سے زیادہ متوازن ہیں۔ اگر بعض مسلم معاشروں میں عورت کو ان حقوق کے عملی استعمال میں دشواری پیش آتی ہے تو یہ شریعت کی خامی نہیں، بلکہ اس کے درست نفاذ میں انسانی کوتاہی کا نتیجہ ہے۔ اصل مسئلہ۔۔۔

(صفحہ ۵)

محمدؐ اسماعیل ازہری (پرنسپل امام ماتریدی انسٹیٹیوٹ)



قانون کا نہیں بلکہ اس کے اطلاق کا ہے۔ اسلامی نظام، اپنی روح کے مطابق نافذ ہو تو عورت کو باوقار آزادی اور خاندان کو پائیدار استحکام فراہم کرتا ہے۔

(جاری۔قسط نمبر ۲)

حوالوں کے لنکس کیپشن میں موجود ہے

links in Caption



محمدؐ اسماعیل ازہری (پرنسپل امام ماتریدی انسٹیٹیوٹ)

عورت
سیریز

اسلام میں طلاق کا حق صرف مردوں کو ہی کیوں حاصل ہے، عورتوں کو کیوں نہیں؟

قسط نمبر - ۲

تالیف: محمدّ اسماعیل ازہری
(پرنسپل، امام ماتریدی انسٹی ٹیوٹ)



مذکورہ بیان سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ اسلام نے خواتین کو بھی یہ اختیار دیا ہے کہ شوہر کے ساتھ زندگی گزارنا جب نہایت ہی دشوار ہو جائے تو وہ چاہیں تو ان سے چھٹکارا حاصل کر سکتی ہیں! بس فرق نام کا ہے، اس کو ہم طلاق نہیں کہتے، بلکہ خلع، فسخ یا پھر تفویض کہتے ہیں!

اب رہ گئی یہ بات کہ عرف میں جو طلاق بولی اور سمجھی جاتی ہے اس کا حق صرف مردوں کو کیوں ہے، خواتین کو کیوں نہیں؟

تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام میں شادی ایک کانٹریکٹ اور ایگریمنٹ ہے، جو باہمی رضامندی سے طے پاتا ہے، اور جب یہ کانٹریکٹ ٹوٹتا ہے تو سب سے زیادہ نقصان مرد کو ہوتا ہے، کیوں کہ مرد ہی وہ فریق ہے جو مہر کے نام پر رقم ادا کرتا ہے، اور جب وہ طلاق دیتا ہے تو اس کی رقم واپس نہیں ملتی، بلکہ اس کی مُطلّقہ (Divorced woman) کی ہی ملکیت میں وہ رقم رہتی ہے، پھر اگر طلاق رجعی ہے تو عدت (Waiting Period) میں اس مرد کو ہی نان ونفقہ (Maintenance) دینا پڑتا ہے اور اسے ہی اس کے رہنے کے لیے گھر کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔۔ ایسی صورت میں اگر طلاق کا اختیار بیوی کے پاس بھی ہوتا اور وہ کسی وجہ سے اپنے شوہر کو نقصان پہنچانا چاہتی تو خلوت (Valid seclusion) سے پہلے ہی وہ خود کو طلاق دے لیتی اور وہ مال جو شوہر نے اسے مہر کے نام پر دیا تھا وہ بھی اسی کا ہو جاتا اور اس طرح سے شوہر کو ہر طرح سے ضرر پہنچتا۔۔۔ اور دوسری طرف اگر آپ اس شوہر کو دیکھیں کہ اسے تنہا یہ حق اس لیے مل رہا ہے کیوں کہ طلاق میں نقصان سب سے زیادہ اسی کا ہو رہا ہے اور کوئی اپنا نقصان جان بوجھ کر کیوں کرے گا اس لیے اگر وہ اس بارے میں جذبات سے پرے ہو کر دیکھے گا تو جہاں تک ہو سکے گا طلاق دینے سے پرہیز کرے گا!

اور طلاق کا حق صرف مرد کے ہاتھ میں رکھ کر ایک طرح سے طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح کو کم کرنا بھی مقصود ہے، کیوں کہ آپ تھوڑی دیر کے لیے رک کر ذرا سوچیے کہ ادھر کسی گھر میں مرد نے بیوی کو طلاق دی اور گھر بکھر گیا، اور دوسری طرف دوسرے گھر میں کسی خاتون نے اپنے شوہر کو طلاق دی اور گھر ایک بار پھر بکھر گیا، تو اس طرح سے طلاق کی شرح کتنی زیادہ بڑھ جائے گی اور کتنے خاندان درہم برہم ہو جائیں گے! لیکن اگر یہی حق صرف ایک ہاتھ میں ہوگا تو یہ۔۔۔

محمدّ اسماعیل ازہری (پرنسپل امام ماتریدی انسٹیٹیوٹ)



شرح ایک بار میں پہلے کی بنسبت آدھی کم ہو جائے گی!

لیکن یہاں پر رہ کر آپ کے ذہن میں یہ سوال اٹھ رہا ہو گا کہ ٹھیک ہے اگر یہی مقصد ہے تو پھر اس کا الٹا بھی تو ہو سکتا تھا کہ یہی اختیار صرف خاتون کے ہاتھ میں دے دیا جاتا، مرد کو نہ دیا جاتا!

تو اس کے الٹا نہ ہونے کی وجہ وہی ہے جو اس سے پہلے ابھی بیان ہوئی کہ اس صورت میں نقصان سب سے زیادہ مرد کا ہوتا ہے، کیوں کہ وہی مہر کے نام پر رقم خرچ کرتا ہے، اور دوسری طرف اگر یہ اختیار عورت کے پاس ہوتا اور وہ مرد کو نقصان پہنچانا چاہتی تو اپنا یہ حق استعمال کر کے خود کو طلاق دیتی اور مہر کے نام پر رقم حاصل کرتی اور قصہ ختم، لیکن وہیں پر مرد کو بھاری نقصان ہو جاتا۔ اور اس معروف صورت میں مرد طلاق دینے سے پہلے دس بار سوچے گا، کیوں کہ اس میں نقصان اسی کا ہے اور اس طرح سے طلاق کی شرح کم ہو جائے گی!

اور اس کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ بیوی پر خرچ کرنے، اس کی ضرورتوں کا سامان مہیا کرنے، جیسے گھر، کپڑا، کھانا پینا یہ سب مرد کے ہی اوپر واجب ہے اس لیے طلاق کا حق بھی اسے ہی حاصل ہونا چاہیے۔

"الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ""" مرد عورتوں پر نگہبان ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس وجہ سے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔" [نساء: ۳۴]

اب یہاں پر کسی کے ذہن میں یہ بات نہ آئے کہ آج کل تو خواتین خود مختار ہیں، آزاد اور (Independent) ہیں، خود کماتی ہیں، بلکہ کہیں پر تو مرد خواتین کی کمائی کھاتے ہیں، تو پھر طلاق کا حق انہیں دے دینا چاہیے!؟

کیوں کہ اسلامی تہذیب و ثقافت میں اصل یہ نہیں ہے کہ عورت مرد پر خرچ کرے، یا دونوں اپنا اپنا خرچ خود اٹھائیں اور بلا ضرورت دونوں کمانے کے لیے باہر نکل جائیں اور گھر اور بچوں کو نوکروں، ماسیوں اور خانساماؤں کے ذمہ کرم پر چھوڑ دیں، بلکہ اسلامی تہذیب یہ ہے کہ مرد بیوی اور بچوں پر خرچ کرے، مرد کمانے کے لیے باہر جائے اور عورت گھر کی ذمہ داری سنبھالے اور اپنی نگہداشت میں بچوں کی اچھی تربیت کرے! تاکہ آنے والی نسل بہتر ہو سکے! اور جن۔۔۔

محمد اسماعیل ازہری (پرنسپل امام ماتریدی انسٹیٹیوٹ)



معاشروں میں (Working Woman) کا کلچر رائج ہے، وہاں عام طور پر نئی نسل اور (Gen-Z) کا کیا حال ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ لہذا اب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ آپ ایک اصول اسلامی شریعہ سے لیں اور دوسرا اصول اس معاشرے کا لیں جو اسلامی شریعت کے مخالف ہیں اور پھر اسلام پر اعتراض کریں، اس طرح سے یہ اعتراض اپنی موضوعیت (Objectivity) کھو دیتا ہے اور اس پر سفسطہ (Sophistry) اور مغالطہ کا رنگ غالب آجاتا ہے۔ اسلامی شریعت تو ایک مکمل شریعت ہے، وہ ایسی عمارت کی مانند ہے جس کی اینٹیں ایک دوسرے سے اس طرح ترتیب وار جڑی ہوئی ہیں کہ ان میں سے ایک اینٹ کو بھی ہٹادیں تو توازن ختم ہو جائے اور پوری عمارت زمیں بوس ہو جائے! جن معاشروں میں اس کا مکمل نفاذ ہو گا وہیں پر اس کی خوبصورتی اور حسن توازن دیکھنے کو ملے گا۔ اور جن معاشروں میں اس کا کامل نفاذ نہ ہو، بلکہ اس کا دستور مختلف ایسے دستوروں کی کچی پکی کھچڑی بن گیا ہو جن کی دفعات اسلامی شریعت سے متصادم ہوں تو ایسے معاشرے کو اضطراب و بد نظمی سے کوئی نہیں روک سکتا!

یہاں پر ایک قابل غور بات یہ بھی ہے کہ بہت سے لوگوں کا یہ تصور ہے کہ جیسے اسلام میں میاں اور بیوی کے رشتے کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے، مرد جب چاہے طلاق دے دے، اسے مکمل اختیار حاصل ہے، یہ رشتہ کب تک چلے گا اس کی کوئی گارنٹی نہیں ہے! اور اسلام نے اس رشتے کو بچانے کے لیے کوئی قدم نہیں اٹھایا ہے!

حالانکہ درست بات یہ ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، جس میں انسانی زندگی کے ہر گوشے کے لیے رہنمائی موجود ہے۔ اگر ہم خاندان کو بچانے کی بات کریں تو اس کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ اگرچہ اسلام میں طلاق صرف ضرورت کی بنا پر جائز ہے، لیکن اس کی اصل ناجائز ہونا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف ہے، حالانکہ اس کی اسناد میں بعض محدثین نے کلام کیا ہے پر اس کے مفہوم کی صحت میں کسی نے کلام نہیں کیا:
" إِنَّ أبغضَ الحَلالِ إلى اللهِ الطَّلاقُ" "اللہ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔" [ابوداود: ۲۱۷۸، ابن ماجہ: ۲۰۱۸]

اور دوسری طرف اس رشتے کو نبھانے اور اسے بچانے کے لیے اسلام نے کیسی کیسی ترتیب وار تدبیریں بتائیں، ایسا لگتا ہے جیسے وہ ایک مشفق باپ ہو۔۔۔ (صفحہ ۴)

محمدؐ اسماعیل ازہری (پرنسپل امام ماتریدی انسٹیٹیوٹ)



جو اپنے نو عمر بچے کو انگلی پکڑ کر ایک ایک قدم چلا رہا ہو، کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نظر ہٹے اور وہ بچہ زندگی کے کسی موڑ پر لڑکھڑا جائے۔اور خاندان کی حفاظت کی یہ داستان اس وقت سے شروع ہو جاتی ہے کہ ابھی دو لوگ اور دو پریوار رشتے کے بندھن میں بندھے بھی نہیں ہیں:

سب سے پہلے اسلام نے دونوں کو یہ حکم دیا کہ ایک دوسرے کو جان لو، دیکھ لو، اور اگر ایک دوسرے کے اخلاق سے راضی ہو پھر کہیں جاکر ایک دوسرے سے کمٹمنٹ (Commitment) کرو۔اس سلسلے میں ارشادِ باری تعالی ہے:"فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ""" تو ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں۔" [نساء:۳]

اس آیت کا ایک ٹکڑا قابل توجہ ہے "مَا طَابَ لَكُمْ""" جو تمہیں پسند ہوں۔یعنی جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے ہی شادی کرو، اس لیے کہ اگر ناپسندیدہ عورت سے آپ شادی کریں گے تو پھر اس کے ساتھ نباہ کرنا بہت دشوار ہوگا اور طلاق کی نوبت بھی آسکتی ہے۔اس لیے ابھی سے سوچ لو تاکہ بعد میں خاندان ٹوٹنے سے بچ جائے۔اس بارے میں حدیث نبوی ﷺ بھی سنتے چلیے:"چار چیزوں کو دیکھ کر کسی سے شادی کرو، اس کے مال، اس کے حسب، اس کے دین اور اس کی خوبصورتی کو دیکھ کر، لیکن ان میں سے ترجیح دو اس کے دین (اور اخلاق) کو۔" [بخاری:۵۰۹۰، مسلم:۱۴۶۶]

دین اور اخلاق کو ترجیح دینے کی بات اس لیے کی جارہی ہے، کیوں کہ مال و دولت اور حسن و جمال فانی چیز ہیں، لیکن رشتے آگے بڑھتے ہیں ایک دوسرے کی عزت کرنے، اور ایک دوسرے سے محبت کرنے اور ایک دوسرے کے دین واخلاق کی وجہ سے۔ایک دوسرے کے دین واخلاق جب پسند آجائیں اسی وقت شادی کے لیے کمٹمنٹ کی جائے، اس سے پہلے نہیں، ورنہ طلاق کی نوبت بھی آسکتی ہے۔

اس کے بعد پھر جب رشتہ ہو جائے تو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا گیا چنانچہ مرد کے اوپر عورت کے کچھ حقوق فرض کیے گئے، جیسے کھانے پینے، پہننے اوڑھنے اور رہنے سہنے کا انتظام کرنا۔اور اسی طرح عورت کے اوپر بھی مرد کے کچھ حقوق فرض کیے گئے ہیں، جیسے: شوہر کی اطاعت کرنا، اس کے بچوں کا خیال کرنا، اس کے مال و عزت کی حفاظت کرنا وغیرہ۔۔اور کچھ حقوق وہ ہیں جو دونوں پر مشترک واجب ہیں، جیسے ایک دسرے سے محبت کرنا اور ایک دوسرے۔۔۔(صفحہ ۵)

محمدؔ اسماعیل ازہری (پرنسپل امام ماتریدی انسٹیٹیوٹ)

کے تئیں وفادار اور خیر خواہ ہونا۔۔ اور اس پورے منظر میں خاص طور پر مرد کو جا بجا یہ نصیحت کی گئی ہے کہ وہ اپنی بیوی کا خیال رکھے، اس کے ساتھ حسنِ سلوک کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ"""اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے گزر بسر کرو۔" [نساء: ۱۹]

عورتوں کے ساتھ بھلائی کا حکم اس ارشاد نبوی ﷺ میں بھی دیکھنے کو ملتا ہے، جو آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر لاکھوں کے مجمع میں دیا تھا: "عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امان کے تحت اپنے نکاح میں لیا ہے اور خدا کی اجازت کے تحت ان کی شرم گاہوں سے فائدہ اٹھانا تمہارے لیے حلال ہوا ہے۔" [ابو داود: ۱۹۰۵، نسائی فی الکبریٰ: ۹۱۳۵]۔

اور اگر نکاح کے بعد بیوی کے اندر کچھ ایسی عادتیں ہوں جو شوہر کو ناپسند ہوں تو اس پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسے کچھ اس انوکھے انداز میں سمجھایا گیا ہے جیسے کوئی مہربان مربی اپنے چھوٹے کو بہلا رہا ہو کہ وہ کسی طرح بہل جائے اور طلاق جیسا اتنا بڑا قدم اٹھانے سے باز آجائے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: "کوئی مومن مرد (شوہر) کسی مومنہ خاتون (بیوی) سے نفرت نہ کرے، کیوں کہ اگر اس کے اندر کوئی ایسی عادت ہے جو تمہیں پسند نہیں ہے تو اس میں کوئی ایسی عادت ضرور ہو گی جو تمہیں پسند ہو گی۔"

[مسلم: ۱۴۶۹، احمد: ۸۳۶۳]

اور اگر خدانہ خواستہ نوبت یہاں تک آگئی کہ بیوی کسی صورت مانتی نہیں ہے، اور نافرمانی پر نافرمانی کرتی چلی جاتی ہے تو اس صورت سے نپٹنے کے لیے قرآن نے ایک بہت پیاری تدبیر بتائی ہے: " وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا"

"اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور اُنہیں مارو پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو اُن پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو۔" [نساء: ۳۴]

اسلام نے ایسے موقعے پر اس پریوار کو ٹوٹنے سے بچانے کے لیے انسان کی رہنمائی کی ہے، کہ خدانخواستہ اگر زندگی اس موڑ پر آجائے کہ اس کی محبوب بیوی اس طرح کی برائیوں اور نافرمانیوں میں مبتلا ہو جائے تو ایسے موقع پر اس انسان کے لیے تین مرحلے بتائے گئے ہیں کہ پہلے تم اسے سمجھاؤ، "فَعِظُوْهُنَّ"! اگر سمجھانے سے بات بن جائے تو اب اس سے آگے نہیں۔۔۔ (صفحہ ۶)

محمد اسماعیل ازہری (پرنسپل امام ماتریدی انسٹیٹیوٹ)



بڑھنا ہے اور پھر بھی اگر وہ نہیں مانتی تو اب اس کے لیے دوسرا مرحلہ بتایا گیا ہے کہ اپنا بستر الگ کر لو، اس سے بات چیت بند کر دو، اس کو نظر انداز کر و "وَاهْجُرُوهُنَّ "۔ اگر وہ حسّاس اور محبت کرنے والی ہو گی تو اپنے شوہر کی یہ ناراضگی وہ سہہ نہ سکے گی اور اس کی نافرمانی سے باز آجائے گی۔ لیکن سوئے قسمت اگر کسی کا پالہ ایسی بیوی سے پڑ گیا جسے اپنے شوہر کی اتنی زیادہ ناراضگی سے بھی فرق نہیں پڑتا، تو پریوار کو ٹوٹنے سے بچانے کے لیے شوہر کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ وہ اسے عار دلانے کے لیے مار سکتا ہے، تاکہ بیوی کو یہ احساس ہو سکے کہ وہ شوہر جو کل تک مجھ پر جان چھڑکتا تھا آج نوبت یہاں تک آگئی ہے کہ وہ مجھے مار رہا ہے۔

لیکن یہاں پر یہ غلط فہمی بھی دور ہو جانی چاہیے کہ مارنے سے مراد وہ مارنا نہیں ہے جو آج کل جاہل اور بد تہذیب لوگوں میں عام ہو گیا ہے کہ غصہ آجائے تو اسے اتنا مارنا کہ لہولہان کر دینا، اسے ڈنڈے سے پیٹنا، اس کے ہاتھ پیر توڑ دینا، اس کے چہرے پر مارنا! یہ سب چیزیں اسلام میں سخت حرام ہیں۔ بلکہ اس سے مراد اس طرح ضرب لگانا ہے کہ اس کے کسی عضو کو چوٹ نہ پہنچے، اسے کوئی زخم نہ لگے اور کوئی جسمانی تکلیف نہ پہنچے۔ اس کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے ہوتی ہے جو مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر میں آپ سے مروی ہے، جس سے صاف پتا چلتا ہے کہ یہ ضرب کتنی ہو گی اور کیسی ہو گی، چنانچہ حضرت عطا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ "ضرب غیر مبرح "یعنی "ضرب لگاؤ، لیکن سخت مار نہ مارو" سے کیا مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ مسواک یا اس جیسی (کسی ہلکی) چیز سے ضرب لگانا۔ [تفسیر طبری تحت الآیۃ] اور پھر آخر میں مرد کو یہ سخت تاکید بھی کی جا رہی ہے کہ اگر وہ اس نافرمانی سے باز آجائے تو اب ہر گز ہر گز اس پر کسی طرح کی کوئی زیادتی نہ کرنا!"

"فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا "

"پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں تو اُن پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو۔" [نساء: ۳۴]

اب اگر اس موقعے پر بھی آکر کسی بیوی کو اپنے شوہر کی ناراضگی کا احساس نہیں ہوتا اور وہ شوہر کی نافرمانی اور اس کے حقوق کی عدم ادائگی پر مصر رہتی ہے اور اختلاف کی یہ چنگاری بڑھتی بڑھتی اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اب اگر اس پر قابو نہ پایا گیا تو عنقریب۔۔۔ (صفحہ ۷)

محمّد اسماعیل ازہری (پرنسپل امام ماتریدی انسٹیٹیوٹ)



یہ پورے پریوار کو خاکستر کردے گی تو ایک دوسری آیت میں ایسے موقعے کے لیے قرآن نے پریوار کو بکھرنے سے بچانے کے لیے ایک آخری حل بتایا ہے، کہ جب دونوں میں اتفاق ناممکن سا ہو گیا ہو، تو اب دونوں فیملیز سے ایک ایک انصاف پسند صاحبِ رائے کو بلایا جائے جو ان دونوں کو سمجھائیں اور انہیں ایک بار پھر محبت والفت کے ساتھ زندگی گزارنے پر راضی کریں۔ارشاد باری تعالی ہے:

" وَ اِنۡ خِفۡتُمۡ شِقَاقَ بَیۡنِہِمَا فَابۡعَثُوۡا حَکَمًا مِّنۡ اَہۡلِہٖ وَ حَکَمًا مِّنۡ اَہۡلِہَا ۚ اِنۡ یُّرِیۡدَاۤ اِصۡلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیۡنَہُمَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیۡمًا خَبِیۡرًا """اور اگر تم کو میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک مُنصِف، مرد کے گھر والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک مُنصِف، عورت کے گھر والوں کی طرف سے (بھیجو) یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ ان کے درمیان اتفاق پیدا کردے گا۔ بیشک اللہ خوب جاننے والا، خبردار ہے۔" [نساء:۳۵]

اور اگر اس پر بھی وہ لوگ راضی نہیں ہوئے اور دونوں میں اختلاف کی خلیج اس قدر بڑھ چکی ہے جس کو بھر پانا دونوں کے لیے مشکل ہوتا جا رہا ہے، تو دونوں کی زندگی میں استقرار لانے کے لیے مرد کو طلاق کا حق دیا اور عورت کو خُلع کا! اور طلاق میں بھی اس نکتے کو مدِ نظر رکھا گیا کہ ممکن ہے آج نہیں تو کل دونوں کو کچھ سمجھ آئے اور وہ اپنے فیصلے سے رجوع کر کے دوبارہ ایک ساتھ زندگی گزارنا چاہیں، اس لیے یہ حکم دیا گیا کہ تین الگ الگ پیریڈز میں جب خون بند ہو جائے اور اس کی ناپاکی کے دن گزر جائیں اس وقت ایک ایک کر کے طلاق دی جائے، ایک بار میں تین طلاق نہ دی جائیں، تاکہ اس دوران اگر ان میں اتفاق ہو جاتا ہے تو ان کے لیے واپسی کی ساری راہیں بند نہ ہوں۔ارشاد باری تعالی ہے: "یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوۡہُنَّ لِعِدَّتِہِنَّ" "اے نبی! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو" [طلاق:۱]

اور دوسری طرف خلع اور فسخ کو بھی طلاقِ بائن کی منزل میں رکھا جس کے بعد اگر وہ دونوں دوبارہ ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنا چاہیں تو صرف دوبارہ نکاح کے ذریعہ رجوع کر سکتے ہیں، حلالے کی ضرورت نہیں ہے!

پریوار کو بچانے کے لیے اسلام نے یہ جو تمام اقدامات بتائے ہیں، ایک مرتبہ رک کر ذرا ان پر غور کیجیے اور دوسری طرف دنیا کے دوسرے مذاہب اور نظام کو دیکھیے پھر خود ہی دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیے: کیا ایسا خوبصورت نظام اور اس طرح کی عظیم۔۔۔

(صفحہ ۸)

محمد اسماعیل ازہری (پرنسپل امام ماتریدی انسٹیٹیوٹ)



تدبیر کا عشرِ عشیر بھی کہیں دیکھنے کو ملتا ہے؟ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ اسلام ایک مکمل دین ہے اور ایک کامل شریعت ہے اور ایک عالمی مذہب بننے کی اپنے اندر تمام تر خوبیاں رکھتا ہے!

یہاں پر ایک غلط فہمی اور دور ہو جانی چاہیے، جو ممکن ہے اس سے پہلے کہے گئے ایک جملے سے کسی کے ذہن میں پیدا ہو گئی ہو اور وہ جملہ یہ ہے "اسلام میں شادی ایک کانٹریکٹ اور اگریمنٹ ہے"، تو اب کسی کے ذہن میں یہ سوال ابھرے کہ کیا اسلام نے اس رشتے کو کانٹریکٹ کا نام دے کر صرف ایک مادی (Materialistic) رشتہ کا درجہ نہیں دے دیا، جو محبت سے خالی ہو، جس میں احساسات وجذبات اور ایک دوسرے کی فیلنگز کی کوئی اہمیت نہ ہو، جس میں وفا وہمدردی شامل نہ ہو، ضرورت پڑی تو دو جسم ایک چہار دیواری میں اکٹھا ہو گئے اور غصہ آیا تو دونوں الگ ہو گئے اور اس درمیان دل کو کہیں کونے میں تڑپتا چھوڑ دیا؟

مذکورہ تفصیل جاننے کے بعد یہ اعتراض حقیقت سے پرے معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ آپ نے اوپر دیکھا کہ اسلام نے کس طرح رشتوں میں محبت واخلاص پیدا کرنے کے لیے عظیم کوششیں کی ہیں، اور کس کس طرح کی بلند تدبیریں بتائی ہیں۔ اور ان سب کے علاوہ اگر آپ سیرت نبوی ﷺ کا مطالعہ کریں گے تو صاف نظر آئے گا کہ آقا ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہرات کے ساتھ کس طرح محبت والفت کا رشتہ قائم کیا اور کس قدر ان کی دلجوئی کی، اور کس انداز میں ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے جس کی مثال دیکھنے کو نہیں ملتی اور خاص طور پر اس زمانے میں جب عورتوں کو ایک گندی بچہ جننے کی مشین سمجھا جاتا تھا!

ان کی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اس دنیا سے چلی گئی ہیں لیکن آپ ان کو یاد کر رہے ہیں، گھر میں گوشت پک رہا ہے تو اپنی محبوب بیوی کی سہیلیوں کے گھر بھجوا رہے ہیں، ان کی وفات کے بعد ان کی سہیلیاں اگر ان کے پاس آ رہی ہیں تو ان کے لے اپنی نورانی چادر بچھا رہے ہیں، کبھی اپنی بیوی حضرت عائشہ کے ساتھ رات میں دوڑ لگا رہے ہیں، کبھی ان کی دلجوئی میں انہیں غلاموں کا کرتب دکھا رہے ہیں۔۔۔ اس پہلو سے اگر آقا ﷺ کی سیرت کے واقعات بیان کروں تو صفحات کے صفحات بھر جائیں، لیکن یہ موقع اس کا نہیں، بس بتانے کا مقصد اتنا ہے کہ اسلام نے جس طرح سے اس پاکیزہ رشتے میں محبت والفت کے رنگ بھرے ہیں، اس کی مثال کسی دوسرے نظام میں دیکھنے کو نہیں ملتی۔۔۔ (صفحہ ۹)

محمدّ اسماعیل ازہری (پرنسپل امام ماتریدی انسٹیٹیوٹ)



اور خاص کر ان معاشروں میں تو بالکل بھی دیکھنے کو نہیں ملتی جہاں "Going Dutch culture" کا رواج ہے، جس میں میاں بیوی اگر ہوٹل میں کافی پینے جاتے ہیں تو دونوں اپنا اپنا بل الگ الگ ادا کرتے ہیں، اگر دونوں کسی کرائے کے گھر میں رہتے ہیں تو دونوں لوگوں پر یہ لازم ہے کہ اپنا اپنا کرایہ خود ادا کریں!

خلاصہ:

ان سب باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اولاً تو یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اسلام نے صرف مرد کو طلاق کا حق دیا ہے عورتوں کو نہیں، کیوں کہ اسلام نے جہاں پر مرد کو طلاق کے نام پر یہ حق دیا ہے، وہیں پر عورت کو خُلع، تفویض اور فسخ کے نام پر یہ حق دیا ہے۔ اور عرف میں طلاق کا جو معنیٰ ہے اگر ہم اس کی بات کریں تو اس کو مرد کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ طلاق کی صورت میں سب سے زیادہ نقصان مرد کو ہوتا ہے، اور اگر عورت کو یہ حق دیا جاتا اور وہ مرد کو نقصان پہنچانا چاہتی تو اپنا یہ اختیار استعمال کر کے اسے نقصان پہنچا سکتی تھی، اس لیے یہ اختیار عورت کو نہ دے کر صرف مرد کو دیا گیا، اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ چوں کہ نان ونفقہ کی ذمہ داری اسی کی ہے اس لیے انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ طلاق کا حق بھی اسی کے پاس رہے۔ اور پھر اس کے ذریعہ طلاق کی شرح کو کم کرنا بھی مقصود تھا!

(ختم شد)



محمدؔ اسماعیل ازہری (پرنسپل امام ماتریدی انسٹیٹیوٹ)